

صوبہ سرحد میں

نظامِ حسبہ کا احیا

ہنگامہ ہے کیوں برپا؟

پروفیسر خورشید احمد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صوبہ سرحد میں متحدہ مجلس عمل کی حکومت نے ڈھائی سال کے صبر آزماند اکر ات اور افہام و تفہیم کے ذریعے اپنے اسلامی اصلاحی پروگرام کو نافذ کرنے کی مساعی کے باب میں مرکزی حکومت کے معاندانہ رویے اور اپوزیشن جماعتوں کے عدم تعاون سے تنگ آ کر ۱۱ جولائی ۲۰۰۵ء کو اسمبلی میں جیسے ہی حسبہ بل پیش کیا، یوں محسوس ہوا جیسے پورے ملک میں ایک بھونچال سا آ گیا اور ایسا معلوم ہوا کہ بھڑوں کے چھتے سے سارے سورمانکل کر بیک وقت حملہ آور ہو گئے ہیں۔

مرکزی حکومت کے کارپردازوں سے لے کر صوبے کے گورنر تک، جن کا عہدہ ان کو پارٹی وفاداری سے بلند ہو کر صرف دستوری گورنر کا کردار ادا کرنے کا پابند کرتا ہے، حسبہ بل کی مذمت میں یک زبان و یک جان ہو گئے ہیں۔ سرکاری اہل کار اور لبرل سیکولر نظام کے علم بردار سب بڑی دیدہ دلیری سے اسے دستور کے خلاف، اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات سے متصادم، حقوق انسانی پر ضرب کاری، متوازی نظام کے قیام کا ذریعہ اور فسطائیت اور طالبانائزیشن کا پیش خیمہ قرار دے رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ملک کے سرکاری میڈیا سے لے کر تمام نام نہاد لبرل اور سیکولر قوتیں بشمول انسانی حقوق کے دفاع کی دعوے دار این جی او، اس کے خلاف صف آرا ہو گئی ہیں اور عالمی میڈیا بھی انھی کی لئے میں لے ملا رہا ہے۔

الحمد للہ صوبہ سرحد کے عوام اور ان کی منتخب مجلس عمل کی حکومت نے اس ہمہ جہتی مخالفانہ یلغار کا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا اور اپنے دستوری حق اور دینی ذمہ داری کو جرأت اور حکمت کے ساتھ ادا کیا۔ اسمبلی نے چار دن کی طویل بحث کے بعد ۱۴ جولائی کو ۳۴ کے مقابلے میں ۶۸ ووٹوں کی دو تہائی اکثریت سے جسے بل کو منظور کر لیا ہے اور دستور کے مطابق گورنر کو توثیق کے لیے بھیج دیا ہے جو پابند ہیں کہ ۳۰ دن کے اندر اندر اس کی توثیق کر دیں یا اپنے اعتراضات کے ساتھ اسمبلی کو واپس کر دیں۔ اسمبلی مجاز ہے کہ بل پر دوبارہ غور کرنے کے بعد جس شکل میں چاہے اسے منظور کر کے دوبارہ گورنر کو بھجوادے اور اس صورت میں گورنر کو بل پر اپنے دستخط ثبت کرنا ہوں گے۔

مرکزی حکومت کے نمائندوں نے اسمبلی کو تحلیل کرنے اور صوبے کی حکومت کو برطرف کرنے کی دھمکیاں دے کر سمجھا تھا کہ مجلس عمل کی حکومت خوفزدہ ہو جائے گی لیکن مجلس عمل نے بجاطور پر مرکزی وزیر اور گورنر کی گیدڑ بھسکیوں کو کوئی وقعت نہ دی اور اپوزیشن جماعتوں کو اپنے نقطہ نظر کے بیان کا پورا موقع دے کر بل کو خالص جمہوری انداز میں منظور کیا، جو قومی اسمبلی اور سینٹ میں حکومت کے سرکاری بلوں کو بل ڈوز کرنے کی روش سے بڑی مختلف مثال تھی۔ صوبائی حکومت نے بل کو دستور کے مطابق منظور کر کے بال کو مرکزی حکومت اور اس کے نمائندہ گورنر کی کورٹ میں پھینک دیا۔ اب مرکزی حکومت نے نہایت عجلت کے ساتھ ۲۴ گھنٹے کے غور و فکر کی زحمت بھی گوارا کیے بغیر دستور کی دفعہ ۱۸۶ کے تحت سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے کہ اس ”قانونی مسئلہ“ پر اپنی رائے دے۔ اس بارے میں اس نے آٹھ سوال اٹھائے ہیں۔ دستور کے تحت صدر کا یہ حق ہے کہ کسی بھی قانونی سوال کو عدالت عالیہ کے مشورے کے لیے بھیج دے لیکن اس کی حیثیت مجوزہ قانون کو عدالت میں چیلنج کرنے کے مترادف نہیں اس لیے کہ ابھی یہ بل اسمبلی نے صرف منظور کیا ہے اور اسے قانون کا درجہ حاصل نہیں ہوا۔

جسے بل پر جو اعتراضات اٹھائے گئے ہیں ان کے مضمرات بڑے سنگین ہیں۔ ان میں سے کچھ کی طرف ہم اس مضمون میں اشارہ کریں گے۔

اس وقت مرکزی حکومت اور کچھ اپوزیشن جماعتوں نے اس بل پر جس طرح حملہ

کیا ہے اور جن بحثوں کو وہ آگے بڑھا رہے ہیں ان سے جو مرکزی نقطہ نظر سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ اصل ہدف جسے بل نہیں، اسلام اور شریعت اسلامی کا نفاذ ہے۔ اسلامی نظام کے قیام کے خالی خولی اعلانات تو بار بار ہوئے ہیں لیکن جسے بل ایک ایسے حقیقی تنفیذی ادارے کے قیام کی کوشش ہے جس کے ذریعے کم از کم ایک صوبے میں نفاذ شریعت کے عمل کا آغاز ہو سکتا ہے۔ ہماری نگاہ میں تو یہ بل اسی منزل کی طرف ایک ابتدائی لیکن عملی اہمیت کا حامل اقدام ہے اور یہی وجہ ہے کہ مخالفین کی نگاہ میں یہ بڑی خطرناک پہلا کاری (initiative) ہے کیوں کہ اگر مجلس عمل کی حکومت نفاذ شریعت کی طرف مؤثر انداز میں عملی پیش قدمی شروع کر دیتی ہے تو ان کی ”روشن خیال اعتدال پسندی“ کا سارا قلعہ دھڑام سے زمین پر آگرے گا۔ اب تو یہ بات مغربی پریس نے برملا کہہ دی ہے کہ enlightened moderation (روشن خیال اعتدال پسندی) کی اصطلاح امریکا کے سابق وزیر خارجہ ہنری کسنجر نے جنرل پرویز مشرف کے کان میں پھونکی تھی اور مقصد مسلمانوں کو اعتدال پسند اور انتہا پسند اور لبرل اور بنیاد پرست گروہوں میں بانٹنا تھا۔ اسلام اور سیکولرزم کے درمیان جنگ اب کھل کر سامنے آگئی ہے اور ساری سیکولر قوتیں یک جان و یک زبان ہو گئی ہیں۔ اب ہر جماعت اور ہر فرد اپنے اصل رنگ میں قوم کے سامنے آ گیا ہے۔

جسے بل کی حقیقت اور اس پر اعتراضات کی قدر و قیمت پر کسی گفتگو سے قبل چند حقائق کا مختصر اعادہ ضروری ہے۔

مرکزی حکومت کا غیر جمہوری رویہ

سب سے پہلی قابل توجہ بات مرکزی حکومت کا صوبہ سرحد کی حکومت اور صوبے کے اصلاحی پروگراموں کے بارے میں معاندانہ رویہ ہے جو روز بروز مزید نمایاں ہوتا جا رہا ہے۔ صوبے کے معاملات میں مرکز کی مداخلت صوبائی خود مختاری کے لیے بھی بڑا خطرہ ہے اور مرکز اور صوبے کے درمیان خوش گوار تعلقات اور ہم آہنگی پر بھی ضرب کاری کی حیثیت رکھتی ہے۔ مرکز، صوبے کے گورنر کے ادارے کو صوبے کی حکومت کو ہر اس

کرنے کے لیے بڑی عاقبت ناندیشی کے ساتھ استعمال کر رہا ہے۔ مرکزی حکومت حساس قبائلی علاقوں میں امریکا کی خوش نودی اور حکم برآوری کے لیے فوج کشی میں مصروف ہے جس میں علاقے کے کورکمانڈر کے اعتراف کے مطابق ۲۵۱ فوجی کام آچکے ہیں اور ۵۵۰ زخمی ہوئے ہیں۔ صوبے کی انتظامی مشینری پر مرکز اپنی گرفت مضبوط کیے ہوئے ہے اور اس کا ثبوت صوبائی چیف سیکرٹری اور آئی جی پولیس کا صوبے کی حکومت کے مشورے کے بغیر تبادلہ اور نئی ٹیم کا تقرر ہے۔ این ایف سی ایوارڈ نہ دے کر صوبے کی مالیاتی ناکہ بندی بھی کی ہوئی ہے۔ بجلی کی رائلٹی سے لے کر طوفانی بارشوں اور سیلاب کی تباہ کاریوں تک کے موقع پر صوبے کو امدادی کارروائیوں کے لیے اس کے مٹی برحق وسائل سے محروم رکھنا بھی اس میں شامل ہے۔

مرکز کا یہ معاندانہ رویہ دستور کی کھلی خلاف ورزی ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی اعتبار سے فضا کو مگر کرنے کا ذریعہ ہے اور صوبے کی حکومت اپنے محدود وسائل اور دستوری، قانونی اور انتظامی تحدیدات کے باوجود اپنے نظریاتی، معاشی، اخلاقی اور اصلاحی پروگرام پر جو عمل کرنا چاہتی ہے، اس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ یہ کش مکش جسبہ بل کے سلسلے میں اس مقام پر آگئی ہے جس کے بڑے دُور رس نتائج ہو سکتے ہیں۔ صوبے کی جو اپوزیشن جماعتیں اپنے مخصوص سیاسی یا جذباتی تعصبات کی وجہ سے مرکز میں برسر اقتدار عناصر کے اس کھیل کو نہیں سمجھ رہی ہیں اور ان کے جال میں پھنس گئی ہیں، وہ بڑی بھیانک غلطی کی مرتکب ہو رہی ہیں۔

صوبائی حکومت کا معقول رویہ

دوسری طرف صوبے کی حکومت پورے معاملے کو بہت صبر و تحمل اور بردباری کے ساتھ لے کر چل رہی ہے۔ صوبے کی شریعت کونسل نے جس میں تمام مکاتب فکر (بشمول اہل تشیع) کے علما اور دانش ور شریک تھے نفاذ شریعت کے لیے جو نقشہ راہ مرتب کیا تھا، اس میں شریعت بل، جسبہ بل، تعلیمی اصلاحات، معاشی اصلاحات اور سماجی اور معاشرتی اصلاحات کا ایک جامع پروگرام تھا۔ یہ کام صوبے کی شریعت کونسل نے حکومت کے قیام

کے پہلے سال کے اندر اندر کر لیا تھا۔ شریعت بل اسمبلی نے متفقہ طور پر منظور کر لیا تھا اور بجٹ سازی، تعلیمی پالیسی، بینک کاری کے نظام کی تبدیلی اور چند دوسرے دائروں میں ضروری اصلاحات کے ساتھ حسب بل جو دراصل عام آدمی کے لیے انصاف کے حصول اور سیاسی، معاشی، انتظامی اور دوسرے میدانوں میں رائج ظلم و استحصال کے تدارک کی ایک جامع کوشش ہے، متحدہ مجلس عمل کے پروگرام کا اہم حصہ تھا۔ حکومت کی کوشش تھی کہ اس پر زیادہ سے زیادہ اتفاق رائے پیدا کیا جائے اور اس وجہ سے اس پر ڈیڑھ سال سے زیادہ عرصے تک مذاکرات اور افہام و تفہیم کے ذریعے متفق علیہ راہ نکالنے کی کوشش کرتی رہی لیکن جب یہ واضح ہو گیا کہ دوسری طرف سے تعاون کی راہوں کو مسدود کر دیا گیا ہے تو پھر اس نے سارے خطرات اور مشکلات کو جانتے بوجھتے ہوئے، محض اللہ اور عوام سے اپنے عہد کو ایفا کرنے کے لیے اسمبلی کے ذریعے اس قانون کو بنانے اور اس کے مطابق عمل کرنے کا تہیہ کر لیا۔

حسب بل کا مسودہ ابتدا ہی میں گورنر کو اس لیے بھیجا گیا تھا کہ اس پر افہام و تفہیم کا عمل شروع ہو۔ گورنر نے بات چیت کرنے کے بجائے اسے نو تشکیل شدہ اسلامی نظریاتی کونسل کو بھیج دیا جسے خاص سیاسی مقاصد کے لیے تشکیل دیا گیا تھا اور جس پر اس کے قیام کے وقت ہی تمام اہم دینی عناصر نے شدید عدم اطمینان کا اظہار کر دیا تھا۔ کونسل دستور کی دفعہ (۲) ۲۳۰ کے تحت پابند ہے کہ اگر صدر، گورنر، مرکزی یا صوبائی اسمبلی اسے کوئی مسئلہ اظہار رائے کے لیے بھیجتی ہے تو وہ ۱۵ دن کے اندر اندر اس پر اپنی رائے دے۔ گورنر سرحد نے کونسل کو حسب بل ۱۱۴ اکتوبر ۲۰۰۳ء کو بھیجا ہے اور کونسل نے ۱۱ مہینے کے بعد ۴ ستمبر ۲۰۰۴ء کو گورنر سرحد اور وزیر اعلیٰ سرحد کو اپنی رائے بھیجی اور جیسا کہ ہم ثابت کریں گے کہ اس میں ایک نکتہ بھی اس دائرہ غور و فکر (terms of reference) کے مطابق نہیں تھا جو دستور کے تحت اس کونسل کے لیے مقرر کیا گیا ہے بلکہ ایک سابق جج صاحب نے اپنی ساری قانونی مہارت کے ذریعے ادھر ادھر کی باتوں کو نمبر وار داخل دفتر کرنے کا کارنامہ سرانجام دیا اور کونسل نے اسے کسی تبدیلی کے بغیر آگے بڑھا دیا۔

صوبہ سرحد کی حکومت نے مرکز میں برسر اقتدار جماعت کے ذمہ داروں سے

بات چیت کی اور ۵ جولائی کی نشست میں اس کی تین اہم ترین شخصیات تک نے جن میں حکمران پاکستان مسلم لیگ کے صدر چودھری شجاعت حسین اور سیکرٹری جنرل سید مشاہد حسین شامل تھے اپنے اس استعجاب کا اظہار کیا کہ اس مجوزہ بل کی اتنی مخالفت کیوں ہو رہی ہے حالانکہ اس میں دو چار چھوٹی چھوٹی باتوں کے علاوہ کوئی بات قابلِ گرفت نظر نہیں آتی۔ بلکہ ایک صاحب نے تو یہاں تک کہا کہ خرابی آپ کے بل میں نہیں، آپ کے انداز اظہار (failure to communicate) میں ہے۔ اسی طرح صوبائی حکومت نے صوبے کی اپوزیشن جماعتوں کے قائدین کو اعتماد میں لیا اور کہا کہ اگر کوئی معقول تجویز ہے تو آئیے اس پر بیٹھ کر بات کر لیں لیکن دونوں محاذوں پر بالآخر مایوسی ہوئی اور غالباً اس کی وجہ دلیل کی بنیاد پر اختلاف نہیں بلکہ وہ خوف ہے جو امریکا اور مغربی اقوام کے اسلام کو ہوا اور اصل خطرہ بنا کر پیش کرنے کی مہم کا اثر ہے اور جس کا مظہر یہ مضحکہ خیز وادیلہ ہے کہ صوبہ سرحد ”طالبانائزیشن“ کی زد میں ہے۔ حالانکہ جیسا کہ ہم ثابت کریں گے اس بل کا کوئی تعلق افغانستان کے تجربات سے نہیں بلکہ اس کا حرفِ دستور کے مطابق اور مسلمانوں کی ۱۴۰۰ سالہ تاریخ سے ہم آہنگ ہے اور پاکستان کے دوسرے وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین کمیٹی کی سفارشات، دستور ۱۹۷۳ء کے ریاست کے لیے رہنما اصول اور خود اسلامی نظریاتی کونسل کی اس مکمل رپورٹ کی سفارشات کے مطابق ہے جو ۱۹۹۶ء میں اس نے پیش کی تھی۔ آج جن باتوں کو تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے ان میں سے ہر ایک ملک کے قانونی نظام کا حصہ ہے اور ایک نہیں دسیوں قوانین میں وہی تمام دفعات من و عن موجود ہیں، مگر بھلا ہوتعصب کا کہ۔

تمہاری زلف میں پہنچی تو حُسن کہلائی
وہ تیرگی جو مرے نامہ سیاہ میں تھی

حسبہ کی فکری اہمیت اور تاریخی روایت

آئیے سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ حسبہ کا یہ ادارہ ہے کیا؟
ہر قوم کے لیے زندگی کا اجتماعی نظام کسی نہ کسی اصول اور نظریے پر مبنی ہوتا ہے۔

ایک تصور یہ ہے کہ مذہب ایک ایون ہے اور انسان کی زندگی کے مسائل کو حل کرنے کے لیے کسی اخلاقی ضابطے، کسی الہامی ہدایت اور ابدی اقدار کے کسی نظام کی ضرورت نہیں۔ اور اگر کچھ لوگ بضد ہیں کہ مذہب سے رشتہ باقی رہنا چاہیے تو پھر مذہب، ادارہ صرف فرد کی ذاتی اور نجی زندگی اور زیادہ سے زیادہ مسجد اور گھر تک محدود ہونا چاہیے۔ اجتماعی زندگی کا نظام و نقشہ دنیوی علوم اور تجربات، ذاتی خواہشات اور مفادات اور قومی روایات اور تصورات کے مطابق بننا چاہیے۔ اگر ہمارا نظریہ حیات یہی ہے تو پھر اس میں جسبہ کے اس تصور کی کوئی گنجائش نہیں جو اسلام نے پیش کیا ہے اور جو مسلمانوں کی تاریخ کا تابندہ ادارہ اور روایت رہا ہے۔ لیکن اگر ہمارا نظریہ یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کے معنی ہی یہ ہیں کہ فرد اور جماعت، ہر کوئی ذاتی اور اجتماعی، ہر اعتبار سے اللہ کی بندگی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ مبارکہ کی پیروی میں اپنی دنیوی اور اخروی نجات دیکھتا ہے تو پھر ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کو ان حدود کا پابند اور ان اقدار کا حامل ہونا چاہیے جو اسلامی زندگی کا طرہ امتیاز ہیں۔ پھر انسان کی زندگی کا ہر لمحہ اس فکر میں گزرتا ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت اور حقوق العباد ادا کرنے کی راہ میں گامزن ہے یا ان سے غفلت برت کر اطاعت الہی سے انحراف اور بغاوت کا مرتکب ہو رہا ہے۔ پھر ہر لمحہ وہ اپنا احتساب کرتا ہے اور ہر قدم شعور اور منزل مطلوب کی طرف پیش قدمی کے جذبے سے اٹھاتا ہے۔ پھر وہ خود بھی نیکیوں کے حصول اور برائیوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے گرد و نواح میں بھی معروف کے فروغ اور منکر سے نجات کے لیے سرگرم ہو جاتا ہے۔ جسبہ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسی احساس کو مرتب اور منظم کر کے اداراتی حیثیت دینے کا نام ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز اور روزے کو بھی احتساب کے ساتھ ادا کرنے کی تلقین کی ہے اور پوری زندگی کھلی آنکھوں اور جائزہ نفس کے ساتھ گزارنے کا حکم دیا ہے (حاسبوا قبل ان تحاسبوا)۔ گویا اپنا جائزہ خود لے لو اپنا احتساب کتاب خود ہر لمحہ کرتے رہو قبل اس کے کہ تمہارا حساب لیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مسلمان مرد اور عورت اور مسلمانوں کے اجتماعی نظام — اُمت بحیثیت مجموعی اور اسلامی ریاست جو مسلمانوں کی اجتماعی قوت اور امامت کی مظہر ہے، دونوں کی ذمہ داری ہے کہ امر بالمعروف

اور نہی عن المنکر کو اپنی زندگی کا شعار بنائیں۔ اہل ایمان اور کفار منافقین اور فساق میں فرق ہی معروف اور منکر کے بارے میں ان کے رویے کا ہے۔ قرآن دونوں راستوں کو بالکل دو اور دو چار کی طرح واضح کر دیتا ہے:

الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ ۗ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ۗ إِنَّ
الْمُنْفِقِينَ هُمُ الْفٰسِقُونَ (التوبة: ۹: ۶۷)

منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک دوسرے کے ہم رنگ ہیں۔ برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ خیر سے روک رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے بھی انھیں بھلا دیا۔ یقیناً یہ منافق ہی فساق ہیں۔

اور اہل ایمان کا حال یہ ہے کہ:

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيعُونَ
اللَّهَ وَرَسُوْلَهُ ۗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيْمٌ ۝
(التوبة: ۹: ۷۱)

مومن مرد اور مومن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی۔ یقیناً اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔

اور یہ ذمہ داری جس طرح ہر فرد — مسلمان مرد اور عورت کی ہے اسی طرح یہ ذمہ داری پوری امت اور جب اہل ایمان کو زمین پر اقتدار حاصل ہو تو حکومت اور اس کی اجتماعی قوت کی ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اٰخَرِجْتُ لِلنَّاسِ تٰمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ
الْمُنْكَرِ هِيَ لَهَا وُتُوْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۗ (ال عمران: ۱۱۰)

اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اسی سرگرمی، کشمکش اور جدوجہد کی طرف ہمیں پکارا گیا ہے:

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ (ال عمران ۳: ۱۰۴)

تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں، جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔

اور جب انھیں اقتدار اور قوت میسر آتی ہے تو پھر وہ منظم اور ریاستی آہنگ کے ساتھ یہی خدمت انجام دیتے ہیں:

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝ (حج ۲۲: ۴۱)

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

نظامِ جبہ اسی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری کو ادا کرنے کی ایک منظم کوشش کا نام ہے۔ یہ انتظام دور رسالت مآب سے شروع ہو کر اسلامی تاریخ کے ہر دور میں کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس فرض کو انجام دیا اور امت کو مختلف انداز میں اور اپنے نمائندوں کو مختلف میدانوں میں اسی کام کو انجام دینے کے لیے مامور فرمایا۔ دورِ خلافت راشدہ میں ہر خلیفہ نے اسے انجام دیا، ہر ولایت کا گورنر اس پر مامور تھا اور پھر جیسے جیسے زندگی کے کاروبار نے وسعت اور تنوع اختیار کیا تو مختلف دائرہ کار کے افراد اور اداروں کا قیام عمل میں آیا۔

پہلی ہی صدی میں بازاروں میں نگراں (عمال السوق) مقرر ہوئے۔ قاضی اور

کو تو ال (شرطی) کے ادارے وجود میں آئے اور پھر باقاعدہ حسبہ کا نظام قائم ہوا جو ۱۳۰۰ سال تک پوری اسلامی قلمرو میں مختلف شکلوں میں اور مختلف ناموں سے کارفرما رہا۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں اس کے اخلاقی، معاشرتی اور معاشی ہر پہلو پر کلام کیا ہے۔ الماوردی نے الاحکام السلطانیہ میں ایک پورا باب اس نظام پر قائم کیا ہے اور سیاسی، معاشی اور انتظامی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ ابن خلدون نے مقدمے میں اسے ایک بنیادی اجتماعی ادارے کے طور پر پیش کیا ہے۔ ابن تیمیہ نے الرسالہ فی الحسبہ مرتب کیا جس میں اس کا تصوراتی خاکہ (conceptual framework) مرتب کیا ہے۔ ابن حزم نے الفصل فی الملل میں اس پر مبسوط بحث کی ہے۔ غرض ہر دور میں اور ہر علاقے میں عملاً اس ادارے کی کارفرمائی دیکھی جاسکتی ہے اور اہل علم نے اپنے اپنے حالات کے مطابق اس پر بحثیں کی ہیں۔ بنو امیہ، بنو عباس، دولت عثمانیہ، صفوی دور، تغلق سلطنت اور خصوصیت سے مغلیہ دور میں اورنگ زیب عالم گیر کی حکومت میں حسبہ کا ادارہ موجود رہا ہے۔ مصر، شام، ایران، بلادِ غرب، ماوراء النہر کے علاقے، ہر جگہ یہ ادارہ کسی نہ کسی شکل میں اور ناموں کی کچھ تبدیلی کے ساتھ کارفرما تھا۔ آج یہ متحدہ مجلس عمل کی اختراع نہیں۔ یہ ہمارے فکری نظام اور ہماری تاریخی روایت کا حصہ ہے اور اپنے حالات کے مطابق ہم اس نظام اور ادارے کے احیا کی ایک حقیر کوشش کر رہے ہیں۔

اعتراضات کا جائزہ

آئیے اب ان اعتراضات کا جائزہ لیں جو اس توقع اور یقین کے ساتھ شب و روز دھواں دھار انداز میں پیش کیے جا رہے ہیں کہ غلط سے غلط بات اگر بار بار کہی جائے تو لوگ اسے سچ سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ ہٹلر کے وزیر گوبلز کی حکمت عملی ہے جس پر حسبہ بل کے معترضین عمل پیرا ہیں۔

○ دستور کی خلاف ورزی: پہلی بات یہ کہی جا رہی ہے کہ یہ دستور کے خلاف ہے۔ اس سے بڑا جھوٹ شاید کوئی اور نہ ہو سکے۔ دستور کا دیباچہ جو قرارداد مقاصد پر مشتمل ہے اور جو اب دستور کی دفعہ ۲ (الف) کا درجہ بھی رکھتا ہے، صاف لفظوں میں

ریاست کی یہ ذمہ داری قرار دیتا ہے کہ:

"Wherein the Muslims shall be enabled to order their lives in the individual and COLLECTIVE SPHERES in accordance with the teachings and requirements of Islam as set out in the Holy Qur'an and Sunnah"

جس میں مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی حلقہ ہائے عمل میں اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق، جس طرح قرآن پاک اور سنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے، ترتیب دے سکیں۔

اسی بات کا اعادہ مزید وضاحت کے ساتھ دستور کی دفعہ ۳۱ میں کیا گیا ہے۔ دفعہ ۳۷ (جی) میں اخلاقی اور معاشرتی خرابیوں کے سدباب کا ہدف دیا گیا ہے اور دفعہ ۳۸ (ایف) میں ربا کے جتنی جلد ممکن ہو مکمل خاتمے (elimination) کو پالیسی کا مقصد قرار دیا گیا ہے۔

دفعہ ۲۲۷ سے ۲۳۰ تک (اسلامی دفعات) بھی اجتماعی زندگی کو مکمل طور پر قرآن و سنت کے مطابق ڈھالنے کی دعوت دے رہی ہیں۔ جبہ بل دستور کے انہی اہداف کو حاصل کرنے کی طرف ایک قدم ہے۔

کہا گیا ہے کہ یہ بنیادی حقوق سے متصادم ہے اور دستور کی دفعہ ۱۹ اور ۲۰ کا ذکر کیا گیا ہے۔ مگر ان دونوں دفعات میں جہاں بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی وہیں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ:

Subject to any reasonable restrictions imposed by law in the interest of the glory of Islam or the integrity, security or defence of Pakistan or any part thereof, friendly relations with foreign States, public order, decency or morality.

اسلام کی عظمت یا پاکستان یا اس کے کسی حصہ کی سالمیت، سلامتی یا دفاع، غیر ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات، امن عامہ، تہذیب یا اخلاق کے مفاد سے مشروط ہے۔

اسی طرح دفعہ ۲۰ میں بھی: قانون، امن عامہ اور اخلاقیات سے مشروط ہونے کی وضاحت موجود ہے۔ جبہ بل میں انہی اقدار کا تحفظ کیا گیا ہے جن کا ذکر دستور کی ان

دفعات میں ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کے جواب (ستمبر ۲۰۰۲ء) میں ایک دور کی کوڑی یہ بھی لائی گئی ہے کہ یہ دستور کی دفعہ ۱۷۵ (سی) سے متصادم ہے حالانکہ اس دفعہ میں عدلیہ کے انتظامیہ سے الگ ہونے کی بات کی گئی ہے (جس پر آج تک عمل نہیں ہوا)۔ حسبہ کا نظام بنیادی طور پر ایک انتظامی ادارہ ہے جو پوری انتظامی مشینری بشمول عدلیہ کے تعاون سے کام کرے گا اور عدلیہ کا پورا انتظام اس کے دائرہ اختیار سے باہر ہوگا دفعہ ۲ (۳)۔

○ طریق کار پر اعتراضات: حسبہ کے ادارے کے طریق کار کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں پھیلانی جا رہی ہیں۔ حسبہ بل کے تحت یہ ادارہ چار طریقوں سے کام کرے گا:

۱۔ تعلیم و تلقین

۲۔ انتظامی اعتبار سے نگرانی اور حکومت کی مشینری کے ذریعے بشمول پولیس اور انتظامی محکمے متعلقہ قوانین کے تحت اور متعلقہ اداروں کے ذریعے اقدام کرنا۔
۳۔ لوگوں کی شکایت پر یا از خود تفتیش اور اس کے نتیجے میں خرابی کے تعین اور اس کی اصلاح کی کوشش۔ بذریعہ قانون۔

۴۔ عدلیہ اور صوبائی اسمبلی کے سوا حکومتی مشینری پر نگاہ اور اختیارات کے غلط استعمال یا حق دار کو حق نہ ملنے کی صورت میں حق دار کی دادرسی۔ جس کا طریقہ متعلقہ مجاز ادارے کو اس کی غلطی پر متنبہ کرنا ہے۔ یہ خود نافذ نہیں کر سکتا بلکہ قوم کے اجتماعی ضمیر کی حیثیت سے خرابیوں پر گرفت اور اصلاح کا کام ملکی قوانین کے مطابق انجام دے گا یا انجام دیے جانے کی ہدایات جاری کرے گا جو دنیا بھر میں محتسب یا انتظامی ٹریبونلوں کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینے کی ہے کہ صوبائی حسبہ کا نظام دستور کے تحت خصوصی طور پر صرف (exclusively) صوبائی اسمبلی کی ذمہ داری ہے۔ دستور کی فیڈرل لسٹ میں صرف وفاقی محتسب کا ذکر ہے۔ مشترک لسٹ (concurrent list) میں محتسب کے ادارے کا ذکر موجود نہیں۔ اس لیے یہ صوبے کا خصوصی دائرہ اختیار

(exclusive jurisdiction) ہے اور اس میں مرکز کی مداخلت صوبائی خود مختاری پر ایک ضرب کاری ہے جس کے بڑے دُور رس اثرات ہو سکتے ہیں۔

○ نجی زندگی میں مداخلت ہوگی۔ لیکن جسے بل کا مطالعہ کر لیجئے، تمام امور کا تعلق اجتماعی زندگی اور حقوق الناس سے ہے۔ اسلام نے افراد کی نجی زندگی اور خاندان اور گھر کے تقدس کا حکم دیا ہے اور یہ بنیادی اسلامی اقدار میں سے ہے۔ جسے کا نظام اس نجی زندگی اور تقدس کا محافظ ہوگا، اسے مجروح کرنے والا نہیں۔ بلاشبہ اجتماعی برائیوں کی اصلاح اور اچھی اخلاقی اقدار کی ترویج اس کی ذمہ داری ہوگی لیکن اس بل کا اصل پیغام یہ ہے کہ بنیادی حقوق کی حفاظت ہو، مظلوموں کو ان کا حق مل سکے، عورتوں اور بچوں پر زیادتی نہ ہو اور سب سے بڑھ کر ہر انسان کو جہاں وہ ہے وہیں بہ سہولت اور جلد انصاف مل سکے۔ اسی لیے سطح اور تحصیل کی سطح پر خرابیوں کے ازالے کا انتظام کیا جا رہا ہے اور مقدمہ بازی کی جگہ مصالحت اور جرگے کے طریقے کو فوقیت دی جا رہی ہے۔ محتسب کی خصوصی ذمہ داریوں میں یہ امور شامل ہیں:

- ۱- پبلک مقامات پر اسلام کی اخلاقی اقدار کی پابندی کروانا۔
- ۲- تہذیر یا اسراف کی حوصلہ شکنی، خصوصاً شادیوں اور اس طرح کی دیگر خاندانی تقریبات کے موقع پر۔
- ۳- جہیز دینے میں اسلامی حدود کی پابندی کروانا۔
- ۴- گداگری کی حوصلہ شکنی کرنا۔
- ۵- افطار اور تراویح کے وقت اسلامی شعائر کے احترام اور ادب و آداب کی پابندی کروانا۔
- ۶- عیدین کی نمازوں کے وقت عید گاہوں یا ایسی مساجد کے آس پاس جہاں عیدین اور جمعہ کی نماز ہو رہی ہو، کھیل تماشے اور تجارتی لین دین کی حوصلہ شکنی کرنا۔
- ۷- جمعہ اور عیدین کی نمازوں کی ادائیگی اور انتظام میں غفلت کا سدباب کروانا۔

- ۸- کم عمر بچوں کو ملازم رکھنے کی حوصلہ شکنی کرنا۔
 - ۹- غیر متنازعہ حقوق کی ادائیگی میں تاخیر کو روکنا اور مناسب دادرسی کرنا۔
 - ۱۰- جانوروں پر ظلم روکنا۔
 - ۱۱- مساجد کی دیکھ بھال میں غفلت کا سدباب کرنا۔
 - ۱۲- اذان، فرض نمازوں کے اوقات اور اسلامی شعائر کے احترام و آداب کی پابندی کروانا۔
 - ۱۳- لاؤڈ اسپیکر کے غلط استعمال اور مساجد میں فرقہ وارانہ تقاریر سے روکنا۔
 - ۱۴- غیر اسلامی معاشرتی رسم و رواج کی حوصلہ شکنی کرنا۔
 - ۱۵- غیر شرعی تعویذ نویسی، گنڈے دست شناسی اور جادوگری کا سدباب کرنا۔
 - ۱۶- اقلیتی حقوق کا تحفظ خصوصاً ان کے مذہبی مقامات کا اور ان مقامات کا جہاں مذہبی رسومات ادا کی جا رہی ہوں، تقدس ملحوظ رکھنا۔
 - ۱۷- غیر اسلامی رسومات جن سے خواتین کے حقوق متاثر ہوں خصوصاً غیرت کے نام پر قتل کے خلاف اقدام اٹھانا، میراث میں خواتین کو محروم رکھنے کا سدباب، رسم سورہ کا تدارک کرنا اور خواتین کے شرعی حقوق کی فراہمی کو یقینی بنانا۔
 - ۱۸- ناپ تول کی نگرانی اور ملاوٹ کا تدارک کرنا۔
 - ۱۹- مصنوعی گرانی کا سدباب کرنا۔
 - ۲۰- سرکاری محکمہ جات میں رشوت ستانی کا تدارک کرنا۔
- اگر ان اصلاحات پر قومی سطح پر عمل شروع ہو جائے تو اس سے انسانی حقوق کی حفاظت ہوگی یا ان کی پامالی۔ اور معاشرے میں ظلم اور فساد میں کمی ہوگی یا اضافہ؟
- طالبان نائزیشن کا خدشہ: ایک اعتراض یہ بھی کیا جا رہا ہے کہ یہ کوئی طالبان نائزیشن نوعیت کی چیز ہے۔ یہاں طالبان کے دور کے حسن و قبح پر بحث مقصود نہیں۔ ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ طالبان کے دور سے بہت پہلے کی تجاویز ہیں۔ ۱۹۳۹ء کی قرارداد مقاصد کا ہم نے ذکر کیا۔ اس کے بعد ۱۹۵۳ء میں پیش کردہ ناظم الدین کمیٹی کی رپورٹ کا مطالعہ کیجیے۔ وہ ۱۹۵۳ء میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ادارے کے

قیام کی سفارش کر رہے ہیں۔ اس رپورٹ میں باب دوم ریاست کے رہنما اصولوں کے بارے میں ہے۔ اس میں کہا گیا ہے:

۲- ریاستی پالیسی کے رہنما اصول درج ذیل ہوں گے:

(۱) ریاست اپنی سرگرمیوں اور پالیسیوں میں قرارداد مقاصد میں بیان کردہ اصولوں سے رہنمائی لے گی۔

(۲) حکومتی سرگرمیوں کے مختلف دائروں میں اقدامات خصوصاً وہ جو ذیل میں درج کیے گئے ہیں کیے جائیں گے تاکہ مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ اپنی زندگیاں انفرادی اور اجتماعی طور پر قرآن پاک اور سنت کے مطابق مرتب کر سکیں۔

(۳) ان کے لیے سہولتیں فراہم کی جائیں گی تاکہ وہ سمجھیں کہ قرآن پاک اور سنت کے مطابق زندگی کا کیا مطلب ہے اور مسلمانوں کے لیے قرآن پاک کی تدریس کو لازمی کیا جائے گا۔

(ب) شراب نوشی، جوے اور قحبہ گری کی ان کی تمام مختلف شکلوں میں ممانعت کی جائے گی۔

(ج) ربا کا خاتمہ، جتنی جلدی اس کا کیا جانا ممکن ہو۔

(د) اسلام کے اخلاقی معیارات کو فروغ دینا اور برقرار رکھنا۔

(ح) زکوٰۃ، اوقاف اور مساجد کا مناسب نظم۔

(۳) عوام کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لیے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے ایک تنظیم قائم کی جائے گی۔

‘Constitutional Foundations of Pakistan: ماخذ)

ڈاکٹر صفدر محمود، ص ۲۴)

اسلامی نظریاتی کونسل کے ۲۰۰۴ء کے تبصرے کا بار بار ذکر ہے۔ ہم اس پر گفتگو ذرا بعد میں کریں گے، پہلے یہ دیکھ لیجیے کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے دسمبر ۱۹۹۶ء میں اپنی مکمل سفارشات جو پارلیمنٹ کو دی تھیں ان میں حسبہ کے قانون اور ادارے کی سفارش ہے اور

مرکز ہی نہیں، صوبے کی سطح کے لیے ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری کو ادا کرنے کے لیے ہے جس کے بارے میں اب وہ یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ معروف اور منکر کی وضاحت نہیں ہے اور اس سے قرآن و سنت کی تشریح مزید خلفشار کا باعث ہوگی۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے:

ادارہ حسبہ کے فرائض

اس حقیقت کے پیش نظر کہ ادارہ حسبہ کا بنیادی مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے متعلق اُمت، نیز ریاست کی اجتماعی اور مشترکہ ذمہ داری پوری کرنا ہے اور اس کردار کو سامنے رکھتے ہوئے جو حسبہ کے ادارے نے اسلامی ادوار میں ادا کیا ہے، ضروری ہوگا کہ پاکستان میں اگر موجودہ دور میں یہ ادارہ قائم کیا جائے تو اس کے مندرجہ ذیل فرائض متعین کیے جائیں:

- ۱- ایسی برائیوں اور بدکاریوں کی روک تھام جو عام تعزیری قانون اور فوجداری ضابطے کے تحت قابل دست اندازی نہ ہوں۔
- ۲- تاجروں اور بازاروں، مارکیٹوں میں تجارتی سرگرمیوں میں مشغول افراد سے اسلامی ضابطہ اخلاق کی پابندی کروانا۔
- ۳- ایسی عبادتوں کی ادائیگی کی نگرانی جو اجتماعی طور پر ادا کی جاتی ہیں، جیسے عید اور جمعہ کی نمازیں۔
- ۴- ایسے اعمال و اقدامات کی روک تھام جو ایسی بدکاریوں اور برائیوں کی نشوونما کا سبب بنیں جن کی شریعت نے حوصلہ شکنی کی ہے۔
- ۵- کاروباری معاملات میں روزانہ وقوع پذیر ہونے والے افعال بد مثلاً ملاوٹ، دھوکا دہی اور فریب کاری کے واقعات کی روک تھام۔
- ۶- لوگوں کو اس امر سے روکنا کہ وہ اپنے زیر ولایت افراد، ملازموں، جانوروں اور دیگر کمزوروں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کریں۔

پاکستان میں حسبہ کا ادارہ

کام میں پیچیدگی اور بے فائدہ تکرار سے بچنے کے لیے تجویز کیا گیا ہے کہ محتسب (ombudsman) اور ان کے سیکرٹریٹ کا موجودہ اُردو نام فی الوقت برقرار رکھا جائے اور حسبہ کا ایک خود مختار اور الگ ادارہ قائم کیا جائے تاکہ وہ ایسے امور یا معمولی جرائم کی نگرانی کر سکے جن کی طرف اب تک کوئی توجہ نہیں کی گئی۔

قومی سطح پر جناب صدر مملکت کی جانب سے ایک وفاقی حسبہ اتھارٹی قائم کی جانی چاہیے تاکہ وہ پاکستان میں حسبہ کے کام کی نگرانی اور اس میں مطابقت و ہم آہنگی پیدا کرنے کے عمل کی ذمہ داری پوری کر سکے۔ اس اتھارٹی کی سربراہی کسی ایسے ممتاز اور مستند عالم دین کو جو سپریم کورٹ کے شریعہ بنچ کارکن بننے کی اہلیت کا حامل ہو یا کسی سینیٹر جج کے سپرد کی جانی چاہیے اور اس میں ممتاز علمائے وفاتی حکومت کے سینیٹر افسران شامل ہونے چاہئیں۔

صوبائی حسبہ بورڈ

صوبائی سطح پر گورنر ہر صوبے میں وفاقی حسبہ اتھارٹی کے مشورے سے ایک ”حسبہ بورڈ“ قائم کرے گا تاکہ صوبے میں حسبہ کے فرائض کی نگرانی اور ان میں تطبیق و ہم آہنگی کا عمل بروے کار لایا جاسکے نیز صوبائی حکومت اور اس کی مختلف ایجنسیوں سے رابطہ استوار رکھا جاسکے۔

صوبائی بورڈ کی سربراہی کسی ایسے مستند عالم دین کے سپرد کی جائے جو وفاقی شرعی عدالت کا جج بننے کا اہل ہو اور اس میں سینیٹر علمائے شامل کیے جائیں۔ اس طرح ہر ضلع میں ایک حسبہ کونسل قائم کی جائے جس کے سربراہ ایک ممتاز شہری ہوں۔ انھیں ”مہتمم حسبہ“ کہا جائے گا۔ حسبہ کونسل ضلعی سطح پر اسلام کے معاشرتی اور اخلاقی ضابطے کے پیروکاروں کے اعمال کی نگرانی کرے گی اور گاہ بگاہ ”معروف“ کی اطاعت اور ”منکر“ کی روک تھام سے متعلق صورت حال کا جائزہ لیتی رہے گی۔ اسی طرح یہ ”تحصیل حسبہ کمیٹی“ قائم کر سکے

گی۔ صوبائی حکومت ضلعی جسبہ کونسل کے مشورے سے ایک علاقے یا آبادی میں مناسب تعداد میں ”ناظر جسبہ“ مقرر کرے گی۔ ناظر جسبہ کی مدد کے لیے ضروری عملہ مقرر کیا جائے گا جس میں کچھ مسلح افراد بھی شامل ہوں گے جنہیں ”جسبہ فورس“ کہا جائے گا۔ ناظر جسبہ اور اس کے عملے کو ”پبلک آفیسرز“ تصور کیا جائے گا۔ ناظر جسبہ مجسٹریٹ درجہ سوم کے اختیارات استعمال کرے گا۔ ناظر جسبہ پاکستان کے کسی شہری کی شکایت پر کسی پبلک عہدہ دار کی اطلاع یا اپنے علم کی بنا پر دیگر چیزوں کے علاوہ مندرجہ ذیل معاملات کی نسبت اپنے قانونی اختیارات استعمال کر سکے گا۔ (نظریاتی کونسل کی سفارشات دسمبر ۱۹۹۶ء)

نظریاتی کونسل ۲۰۰۵ء کے اعتراضات

اسلامی نظریاتی کونسل کے اس ماڈل کا موازنہ جسبہ بل سے کر لیجیے۔ جن باتوں پر آج وہ اعتراض کر رہے ہیں، کل انھی کا وہ حکم دے رہے تھے۔ اب آئیے ان کے تازہ اعتراضات کا جائزہ لیں:

پہلا اعتراض یہ ہے کہ مجوزہ صورت میں ادارہ جسبہ کا قیام مقاصد شریعت کی تکمیل کے بجائے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے بارے میں قرآن و سنت کے احکام کو متنازعہ بنانے کا باعث بن سکتا ہے اور مسائل کو حل کرنے کے بجائے مفاہد کا دروازہ کھول سکتا ہے۔ اس کے لیے کوئی شرعی یا عقلی دلیل نہیں دی گئی۔ دستور کی دفعہ ۲۲۷ (۱) کی تشریح میں واضح کر دیا گیا ہے کہ ہر مکتب فکر کے لیے قرآن و سنت کے بارے میں وہی تعبیر معتبر ہوگی جو اس کی نگاہ میں معتبر ہے۔ اس کے بعد معروف اور منکر کے متنازعہ بن جانے کا کیا خطرہ ہے؟

واضح رہے کہ جسبہ بل میں خصوصیت سے ”غیر متنازعہ حقوق“ کی تنفیذ کی بات کی گئی ہے۔ رہا مسئلہ سیاسی اغراض و مقاصد کے لیے استعمال کا، تو اس کی واضح ترین مثال اسلامی نظریاتی کونسل کا جسبہ بل پر موجودہ تبصرہ ہے جس میں وہ کسی دلیل کے بغیر کونسل کے ۱۹۹۶ء کے موقف کی تردید کر رہے ہیں۔ اور اس طرح اگر موجودہ حکومت کی آواز سے ان کی آوازل جاتی ہے تو اسے ”توارد“ ہی سمجھا جانا چاہیے جس پر سیاست کا کوئی

سایہ نہیں پڑا۔

دوسرا اعتراض کونسل کے خیال میں امورِ حسبہ میں ایسے امور کا اضافہ ہے جو معروف نہیں ہیں۔ لیکن کوئی نشانِ دہی نہیں کی گئی کہ وہ کون سی چیزیں ہیں اور کس شرعی دلیل کی بنا پر وہ اس دائرے سے باہر رہنی چاہئیں۔

ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ دوسرے قوانین موجود ہیں ان سے فائدہ اٹھایا جائے اور نیا ادارہ نہ قائم کیا جائے۔ یہ محض ایک انتظامی مشورہ ہے جس کا شریعت سے ہم آہنگی اور تصادم سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کا کام ان اداراتی یا انتظامی امور پر رائے زنی نہیں اس کا کام صرف یہ ہے کہ کسی قانون یا تجویز کے بارے میں یہ بتائے کہ آیا وہ شریعت سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں؟ ان کے تمام اعتراضات میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس میں شریعت کے کس حکم یا نص کی ادنیٰ سی خلاف ورزی کی بھی نشانِ دہی کی گئی ہو۔ حج صاحب نے اپنے زعم میں تمام امور پر عالمانہ رائے دی تھی لیکن اگر کوئی بات اس تبصرے میں نہیں ہے تو وہ شریعت سے مطابقت یا عدم مطابقت کے بارے میں کوئی مبنی بر دلیل بات ہے۔ یہاں ہم یہ بھی وضاحت کر دیں کہ ۱۹۹۶ء کی تجاویز میں اسلامی نظریاتی کونسل نے مرکز اور صوبوں دونوں مقام پر موجود محتسب کے ادارے کے ساتھ حسبہ کے ادارے کا مشورہ دیا تھا۔ جہاں تک صوبہ سرحد کا تعلق ہے وہاں پہلے سے محتسب بھی موجود نہیں اور وہ حسبہ کی شکل میں ایک جامع ادارہ قائم کرنا چاہ رہے ہیں۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ کونسل اور اس کی سفارشات مرتب کرنے والے حج صاحب کے مبلغِ علم کی کیا دادیں جب وہ فرماتے ہیں کہ فقہ جعفریہ میں حسبہ کے احکام موجود نہیں ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی ۱۹۹۶ء کی سفارشات سنی اور شیعہ علما نے مرتب کی تھیں۔ صفوی اور اسماعیلی دور میں حسبہ کا ادارہ اسی طرح قائم تھا جس طرح دولت عثمانیہ اور تعلق بادشاہوں کے دور میں تھا۔ ایران اور یمن میں بھی یہ اسی طرح موجود تھا جس طرح شام، عراق، ترکیہ اور ماوراء النہر میں۔ بلاد مغرب اور مصر کے ہر دور میں موجود تھا۔ جس طرح امام غزالی اور امام ابن تیمیہ نے حسبہ کا دفاع کیا ہے اسی طرح نظام الملک طوسی نے سیاست نامہ میں کیا ہے۔ نظریاتی کونسل اس دعوے کے لیے کیا دلیل اور تاریخی شواہد

اپنے پاس رکھتی ہے؟ صوبہ سرحد کی شریعت کونسل میں سنی علما کے ساتھ اہل تشیع کے نمائندے بھی شریک تھے جنہوں نے حسبہ بل کا مسودہ مرتب کیا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

کونسل کا ایک اور اعتراض محتسب کے تقرر کے لیے گورنر کو وزیر اعلیٰ کے مشورے کا پابند بنانے پر ہے جسے قرارداد مقاصد اور دستور کی دفعہ ۱۷۵ (۳) سے متصادم قرار دیا گیا ہے۔ اس سے زیادہ مضحکہ خیز اعتراض کا اور وہ بھی ایک جج کی طرف سے جسے نظریاتی کونسل کی تائید حاصل ہے، تصور کرنا محال ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ دستور کی دفعہ ۱۰۵ کے تحت گورنر اپنے صواب دیدی معاملات کو چھوڑ کر وزیر اعلیٰ کے مشورے کا پابند ہے جو پارلیمانی نظام کا بنیادی اصول ہے۔ اگر حسبہ بل میں یہ لکھا ہوا نہ ہو تب بھی تو دفعہ ۱۰۵ کے تحت گورنر وزیر اعلیٰ کے مشورے کا پابند ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان تینوں صوبوں میں جہاں محتسب کا قانون موجود ہے، گورنر تقرر کرتا ہے مگر دفعہ ۱۰۵ کے تحت وزیر اعلیٰ کے مشورے کا پابند ہے۔ اگر وہ عدلیہ کی انتظامیہ سے علیحدگی کو متاثر نہیں کرتا تو یہاں کیسے کرے گا؟ پھر جج صاحب بھول جاتے ہیں کہ عدلیہ کے تمام ججوں کا تقرر کسی آزاد عدالتی طریقے سے نہیں ہوتا بلکہ دستور کے تحت صدر وزیر اعظم کے مشورے سے کرتا ہے۔ چیف جسٹس کا تقرر صدر کرتا ہے اور اس تقرر میں وہ سیناریو کا پابند نہیں۔ دوسرے ججوں کے تقرر میں چیف جسٹس کا مشورہ ضرور شامل ہے مگر سب کو علم ہے کہ ججوں کا تقرر کس طرح ہوا ہے۔ امریکا میں ججوں کا تقرر صدر کی تجویز پر ہوتا ہے اور سینیٹ جو خود ایک سیاسی ادارہ ہے اس کی توثیق کرتا ہے۔ اگر یہ سب عدلیہ کو انتظامیہ کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑتے تو پھر حسبہ بل میں وزیر اعلیٰ کا مشورہ ہی کیوں سیاسی دراندازی قرار پاتا ہے؟

کونسل کے بیشتر اعتراضات انتظامی نوعیت کے ہیں۔ ان میں سے چند سے حسبہ بل پر نظر ثانی کے موقع پر فائدہ اٹھایا بھی گیا ہے اور مزید استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ محتسب کی برطرفی اور میعاد ملازمت میں توسیع کے بارے میں کونسل کے مشوروں پر غور ہونا چاہیے لیکن ہم پورے ادب سے عرض کریں گے کہ یہ سب سفارشات انتظامی نوعیت کی ہیں

جب کہ اسلامی نظریاتی کونسل کا کام دستور کی دفعہ ۲۲۹ (بی) اور ۲۳۰ کے تحت صرف اتنا ہے کہ یہ مشورہ دے کہ:

ایک مجوزہ قانون اسلامی احکامات کے خلاف ہے یا نہیں؟

دریہ رائے بھی محض کسی ضمنی تبصرے (obitor dicta) کے انداز میں نہیں دی جاسکتی۔ ہر دعوے یا اعتراض کے حق میں قرآن و سنت سے دلائل و شواہد لانا ہوں گے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ انکات پر مشتمل اس رائے میں قرآن و سنت سے ایک بھی دلیل نہیں دی گئی ہے نہ صراحتاً اور نہ اشارتاً۔ کونسل کے اس رویے کو علمی کہا جائے، شرعی کہا جائے یا سیاسی؟ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے۔

اخلاقی اقدار اور احتساب

حقوق انسانی کے نام نہاد علم بردار بھی اس جنگ میں بڑے طمطراق سے کود گئے ہیں اور چلا چلا کر کہہ رہے ہیں کہ فرد کی آزادی خطرے میں ہے اور اخلاقی اقدار کی پاسداری کے نام پر لوگوں کے حقوق پر ڈاکا ڈالا جا رہا ہے۔ ہم اس سے پہلے دستور کی دفعات کے حوالے سے بتا چکے ہیں کہ بنیادی حقوق کے تمام امور اخلاق، شائستگی اور ملک کی سلامتی سے مشروط ہیں۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ حقوق انسانی کی ساری دہائی ظالموں اور مجرموں کے حقوق ہی کے لیے کیوں دی جاتی ہے۔ کیا اس مظلوم انسان کے کچھ حقوق نہیں جو چوروں، ڈاکوؤں اور زانیوں کی چیرہ دستیوں کا نشانہ بن رہا ہے۔ جسے بل کمزوروں کو طاقت وروں کی گرفت سے نکالنے کے لیے ہے اور ان تک انصاف پہنچانے کے لیے ہے جو نہ انصاف کو خرید سکتے ہیں اور نہ ان کی رسائی اونچے ایوانوں تک ہے۔ آج بعد از خرابی بسیار اخلاقی، سماجی اور معاشرتی امور کو قانون کی دسترس میں لانے کی کوشش ساری دنیا میں کی جا رہی ہے۔ امریکا کی کانگریس میں جہاں اور بہت سی کمیٹیاں ہیں جو اپنے اپنے دائرہ کار میں احتساب کا کام انجام دیتی ہیں، وہیں ایک اخلاقیات کمیٹی (Ethics Committee) بھی ہے جو ممبران کے اخلاقی رویے پر نگاہ رکھتی ہے۔ آج کرپشن ایک عالمی مسئلہ بن گیا ہے، اس کے نتیجے میں اخلاقی امور کو احتساب کے باب میں

مرکزی حیثیت دی جا رہی ہے۔ بڑی بڑی کمپنیاں جس طرح بدعنوانی کا مظاہرہ کر رہی ہیں اس کے نتیجے میں تجارتی اخلاقیات (business ethics) اب تعلیم اور قانون دونوں کے سلسلے میں ایک متعلقہ موضوع بن گئی ہے۔ اور اب تو اکاؤنٹنٹس اور آڈیٹرز کے لیے بھی نئے اخلاقی ضابطوں اور قوانین کی باتیں ہو رہی ہیں۔

آج دنیا کے ۱۲۰ ممالک میں کسی نہ کسی شکل میں محتسب (Ombudsman) کا ادارہ کام کر رہا ہے۔ یہ صرف انتظامی زیادتیوں کے تدارک ہی کے لیے مصروف عمل نہیں بلکہ سماجی اور اخلاقی امور بھی اس کے دائرے میں آ رہے ہیں مثلاً کینیڈا میں Federal Correctional Investigator کا قیام بحیثیت محتسب ہوا ہے جس کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔ واشنگٹن ڈی سی میں Federal Students Aid Ombudsman قائم کیا گیا ہے۔ اسی طرح تعلیم، صحت، بچوں کے تحفظ، کمیونٹی کے مسائل اور فیملی کے معاملات تک کے بارے میں محتسب کے مخصوص ادارے قائم کیے جا رہے ہیں۔ بلاشبہ اجتماعی خرابیوں کے تدارک کے لیے وہ راستہ اختیار نہیں کیا جانا چاہیے جو فرد کی آزادی، عزت نفس، چادر اور چادر دیواری کی حرمت کو پامال کرنے والا ہو۔ بے جا تجسس اور عیب جوئی (witch-hunting) ایک دوسری برائی اور انتہا ہوگی۔ توازن کا راستہ ہی معقولیت کا راستہ ہے لیکن محض یہ بات کہ اسلامی اخلاقی اقدار کا تحفظ بھی محتسب کے دائرے میں آتا ہے، فرد کی آزادی کے لیے خطرہ سمجھ لینا صحیح نہیں۔ آزادی کے ساتھ ذمہ داری لازم و ملزوم ہیں۔ نہ ایک انتہا درست ہے اور نہ دوسری۔ محتسب کا نظام بھی اسی وقت کامیاب ہو سکتا ہے جب وہ ان تمام نزاکتوں کو پوری طرح ملحوظ رکھے اور کوئی وجہ نہیں کہ اسلامی اقدار کی حفاظت اور ترویج کے لیے جو نظام قائم کیا جائے، وہ ان حدود کا خیال نہ رکھے۔

محتسب کے اختیارات

ایک حلقے کی طرف سے جسے بل کی ان دفعات کو نشانہ تنقید بنایا جا رہا ہے جن میں محتسب کو توہین عدالت (contempt of court) کے سلسلے میں وہی اختیارات دیے گئے ہیں جو عدالتوں کو حاصل ہیں۔ خود اپنے لیے قواعد و ضوابط بنانے پر بھی تیوریوں

پر بل پڑ رہے ہیں۔ تضادات دُور کرنے کے حق پر بھی انگشت نمائی ہے۔ محتسب کے احتساب سے بالا ہونے کا دعویٰ بھی کیا جا رہا ہے۔ رافم خود تو بین عدالت کے پورے تصور کے سلسلے میں متفکر رہا ہے لیکن جو بات مضحکہ خیز ہے وہ یہ ہے کہ جس نظام قانون کے تحت ہم زندگی گزار رہے ہیں یہ تمام چیزیں اس کا جانا پہچانا حصہ ہیں۔ اگر تمام مقامات پر نظر ثانی کی جائے تو ایک قابل فہم بات ہے لیکن ایک حق ایک جگہ آپ دے رہے ہیں اور اس سے فسطائیت رونما نہیں ہوتی اور استبداد کا کوئی خدشہ وہاں نظر نہیں آتا لیکن اگر اسی نوعیت کا کوئی انتظام حسب بل میں موجود ہے تو اس میں سارے کیڑے نکالے جا رہے ہیں۔ وفاقی محتسب کے قانون مجریہ ۱۹۸۳ء کو لے لیجیے۔ اس میں دفعہ ۱۴ میں وہ تمام اختیارات ہیں جن کا تعلق معلومات حاصل کرنے اور گواہوں کی طلب اور جرح کے بارے میں ہے۔ دفعہ ۱۵ مکان کی تلاش (search of premises) کے بارے میں اور دفعہ ۱۶ توہین پر سزا کے اختیار (power to punish for contempt) سے متعلق ہے۔ دفعہ ۲۹ میں دائرہ اختیار پر پابندی (Bar of Jurisdiction) ہے جس کی رو سے کسی عدالت یا مجاز ادارے کو یہ اختیار نہیں ہوگا کہ وہ حکم نامہ کے تحت محتسب کے کیے گئے کسی اقدام کے خلاف حکم امتناعی (stay order) جاری کرے یا کوئی اقدام کرے۔

29. Bar of jurisdiction.— No Court or other authority shall have jurisdiction

- (i) to question the validity of any action taken, or intended to be taken, or order made, or anything done or purporting to have been taken, made or done under this Order; or
- (ii) to grant an injunction or stay or to make any interim order in relation to any proceeding before, or anything done or intended to be done or purported to have been done by, or under the orders or at the instance of the Mohtasib.

دفعہ ۳۷ میں order to override other laws کی شق موجود ہے۔

The Punjab Office Ombudsman Act ۱۹۹۷ء میں بھی یہی ساری

شقیں (۱۶، ۱۷، ۱۸، ۲۹، ۳۷، ۳۸) موجود ہیں۔ ہم ان کا متن یہاں پیش کر رہے ہیں۔

15. Power to enter and search any premises.--(1) The Ombudsman, or any member of the staff authorised in this behalf, may, for the purpose of making any inspection or investigation, enter any premises where the Ombudsman or, as the case may be, such member has reason to believe that any article, books of account, or any other documents relating to the subject-matter of inspection or investigation may be found, and may:-

- (a) search such premises and inspect any article, books of accounts or other documents;
 - (b) take extracts or copies of such books of accounts and documents;
 - (c) impound or seal such articles, books of accounts and documents; and
 - (d) make an inventory of such articles, books of account and other documents found in such premises.
- (2) All searches made under subsection (1) shall be carried out, *mutatis mutandis*, in accordance with the provisions of the Code of Criminal Procedure, 1898

16. Power to punish for contempt.--(1) The Ombudsman shall have the same powers, *mutatis mutandis*, as the High Court has to punish any person for its contempt who:-

- (a) abuses, interferes with, impedes, imperils, or obstructs the process of the Ombudsman in any way or disobeys any order of the Ombudsman .
- (b) scandalises the Ombudsman or otherwise does anything which tends to bring the Ombudsman, his staff or nominees or any person authorised by the Ombudsman in relation to his office, into hatred, ridicule or contempt:
- (c) does anything which tends to prejudice the determination of a matter pending before the Ombudsman ; or
- (d) does any other thing which, by any other law, constitutes contempt of court:

Provided that fair comments made in good faith and in public interest on the working of the Ombudsman or any of his staff, or on the final report of the Ombudsman after the completion of the investigation shall not constitute contempt of the Ombudsman or his office.

(2) Any person sentenced under subsection (1) may, notwithstanding anything herein contained, within thirty days on the passing of the order, appeal to the High Court.

17. Inspection Team.--(1) The Ombudsman may constitute an Inspection Team for the performance of any of the functions of the

Ombudsman.

(2) An Inspection Team shall consist of one or more members of the staff and shall be assisted by such other person or persons as the Ombudsman may consider necessary.

(3) An Inspection Team shall exercise such of the powers of the Ombudsman as he may specify by order in writing and every report of the Inspection Team shall first be submitted to the Ombudsman with its recommendations for appropriate action.

18. Standing Committees etc.-- The Ombudsman may, whenever he thinks fit, establish standing or advisory committees at specified places, with specified jurisdiction for performing such functions of the Ombudsman as are assigned to them from time to time and every report of such committee shall first be submitted to the Ombudsman with its recommendations for appropriate action.

29. Bar of jurisdiction.-- No Court or other authority shall have jurisdiction

- (i) to question the validity of any action taken, or intended to be taken, or order made, or anything done or purporting to have been taken, made or done under this Act; or
- (ii) to grant an injunction or stay or to make any interim order in relation to any proceeding before, or anything done or intended to be done or purporting to have been done by, or under the orders or at the instance of the Ombudsman.

37. Act to override other laws.-- The provisions of this Act shall have effect notwithstanding anything contained in any other law for the time being in force.

38 .Removal of difficulties.-- If any difficulty arises in giving effect to any provisions of this Act, the Government may make such order not inconsistent with the provisions of this Act as may appear to him to be necessary for the purpose of removing such difficulty.

بلوچستان اور سندھ کے قوانین بھی اس سے مختلف نہیں۔ یہ تو محتسب کا معاملہ ہے۔ ملکی قوانین میں تو بنک کاری ٹریبونل اور لیبر ٹریبونل تک میں یہ ساری دفعات کم و بیش انہی الفاظ میں موجود ہیں۔ پارلیمنٹ ہی کو نہیں اس کی کمیٹیوں کو بھی تو ہین پرسز کے اختیارات حاصل ہیں۔ دسیوں قوانین ہر سال منظور کیے جا رہے ہیں جن میں عدالتوں کے دائرہ اختیار سے استثناء (Exclusion of Jurisdiction of Courts) یا دائرہ اختیار کو نظر انداز کرنے (Overriding Jurisdiction) کی دفعات موجود ہیں حتیٰ

کہ صدر کے لیے دو عہدوں کا جو غیر قانونی بل منظور کیا گیا ہے، اس تک میں موجود ہے کہ وہ دو عہدے رکھ سکتے ہیں اور دستور، قانون اور عدالت کے کسی فیصلے کا اس پر اطلاق نہیں ہوگا (Act No. VII of 2004)۔ دستور کی دفعہ ۱۲۷ اے میں صدر اپنے تمام احکامات کو اس طرح عدالتوں سے محفوظ کرتے ہیں کہ اسے کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ان درجنوں نہیں سیکڑوں قوانین سے فسطائیت نہیں آتی اور استبداد کے دروازے نہیں کھلتے تو ایک حسب بل ہی کے ذریعے یہ قیامت کیسے ٹوٹ پڑے گی؟

ہم نے حسب بل پر کیے جانے والے اعتراضات کا جو جائزہ لیا ہے اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ مخالفت دلائل کی قوت سے محروم ہے، نیز ملک کے دستور، قانونی نظام اور دوسرے متعلقہ اداروں کے بارے میں پائے والے قوانین اور ضابطوں میں اور اس قانون میں کوئی تناقض نہیں۔ بلاشبہ اسے بہتر بنایا جا سکتا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ صوبہ سرحد کی حکومت اور اسمبلی اس سے غافل نہیں ہوگی لیکن ایک طرفہ طور پر اور سارے حقائق اور شواہد کو نظر انداز کر کے صرف اس بل کو نشاۃ تنقید بنانا حق و انصاف کے منافی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ سیکولر لابی اور مرکزی حکومت حسب بل کے نام پر اسلامی اصلاحی پروگرام کی طرف پیش رفت کو روکنا چاہتے ہیں۔ نیز مرکزی حکومت صوبہ سرحد میں اپنے چہیتے افراد اور جماعتوں کی شکست کا بدلہ لینا چاہتی ہے۔ ہم صاف الفاظ میں کہنا چاہتے ہیں کہ دستور اور قانون سے یہ کھیل کھیلنا ان حضرات کو ان شاء اللہ بہت مہنگا پڑے گا اور متحدہ مجلس عمل اپنے اصولوں پر ہرگز سمجھوتا نہیں کرے گی اور اس قانونی جنگ اور سیاسی یلغار کا بھرپور مقابلہ کرے گی۔ ہمیں یقین ہے کہ ان شاء اللہ اسے کامیابی ہوگی اس لیے کہ حق اس کے ساتھ ہے۔

چیلنج اور اس کے تقاضے

ہم اس موقع پر خود متحدہ مجلس عمل کی قیادت اور کارکنوں سے بھی یہ بات کہنا چاہتے ہیں کہ حسب بل پر بحث کے باعث ایک بنیادی سیاسی کش مکش صوبہ سرحد ہی نہیں، پورے ملک میں مرکزی اہمیت اختیار کر چکی ہے جو پاکستان کی شناخت اس کے حقیقی نظریاتی وجود

اور مسلمانوں کی اجتماعی زندگی اور اسلام کی اقدار اور نظام حیات کو قائم کرنے میں ریاست کے کردار سے متعلق ہے۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اپنے موقف کو دلیل کی قوت سے ثابت کریں اور جو افراد کنفیوژن کا شکار ہو رہے ہیں ان کو اپنے موقف کی صداقت کا قائل کریں۔ یہ دعوتی چیلنج ہمارے اور اس ملک کے مستقبل کے لیے بڑا فیصلہ کن ہے۔

ابھی حسبہ بل کو نہ معلوم کتنے مرحلوں سے گزرنا ہوگا اور یہ جنگ نہ معلوم کیا کیا رخ اختیار کرتی ہے، ہمیں اس کے لیے تیار ہونا چاہیے۔ یہ جنگ علمی اور فکری جنگ بھی ہے اور عملی اور سیاسی بھی۔ اور صاف نظر آ رہا ہے کہ دستوری اور قانونی بھی۔ ہر میدان میں اور ہر محاذ پر ہمیں اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔

دوسری بات جو ہماری نگاہ میں پہلی سے بھی زیادہ اہم ہے وہ یہ ہے کہ اگر اللہ کی مدد اور عوام کی تائید سے ہم حسبہ بل کو کتابِ قانون کا حصہ بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور ان شاء اللہ ہم ضرور ہوں گے، تو پھر ہماری اصل آزمائش کا دور شروع ہوگا۔ اس بل کے قانون بن جانے کے بعد اس ادارے کا صحیح خطوط پر وجود میں آنا اور اس کے نتیجے میں صوبہ سرحد کے عوام کی زندگی میں مثبت تبدیلی کا نظر آنا بے حد ضروری ہے۔ یہ صرف اسی وقت ممکن ہے جب ہم مندرجہ ذیل اہداف کے حصول کے لیے پوری دیانت سے کام کریں۔

۱- اس کام کے لیے صوبائی، ضلعی اور تحصیل کی سطح پر علمی، اخلاقی اور عوامی شہرت کے اعتبار سے بہترین افراد کا انتخاب صرف میرٹ کی بنیاد پر ہو جو ایمان، علم، تقویٰ اور خدمتِ خلق کے جذبے سے اپنی ذمہ داری کو ادا کرنے کے لیے سرگرم ہو جائیں۔ صحیح افراد کا انتخاب ہمارا پہلا بڑا چیلنج ہوگا اور دراصل ہمارا امتحان بھی۔

۲- پوری محنت کے ساتھ صوبائی، ضلعی اور بالآخر تحصیل کی سطح تک کام کرنے کے لیے مفصل قواعد و ضوابط (Rules of Business) کی تیاری۔ یہ اس ادارے کے صحیح خطوط پر وجود میں لانے اور عوام کو اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے لائق بنانے کے لیے ضروری ہے۔

۳- ایک چیز جس کا تجربہ حالیہ بحث کے دوران بھی ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے

اپنے کام میں پیشہ ور انداز کے اضافے کی ضرورت ہے۔ خلوص اولین ضرورت ہے لیکن خلوص کے ساتھ زمینی حقائق اور حالات کا ادراک اور انسانی زندگی کی پیچیدگیوں کو سامنے رکھتے ہوئے تجربات کی روشنی میں قابل عمل حل تلاش کرنے ہی سے حالات بدل سکتے ہیں۔ اس کام میں اعتماد کے ساتھ مشورہ اور جماعتی سوچ سے بالا ہو کر اور پوری قوم کو ساتھ لے کر چلنے کے جذبے کے ساتھ ہی کام صحیح معنی میں ثمر آور ہو سکتا ہے۔ یہ سارا کام دیانت اور اللہیت کے ساتھ قاعدے اور قانون کے مطابق اور بہترین معیار کی مہارت کے ساتھ انجام دینا ہماری اولین ذمہ داری ہے۔

۴۔ حسبہ کے اصل اسلامی تصور کو اس کی تفصیلات کے ساتھ اور اس کی اصل روح کے ساتھ سمجھنا اور اس سے بھی بڑھ کر دوسروں کو سمجھانا نہایت ضروری ہے۔ ہمیں اعتراف کرنا چاہیے کہ ہم اپنے اچھے اچھے منصوبوں کو بھی مناسب انداز میں اور بروقت ٹھیک طور پر نمایاں نہیں کر پائے۔ اگر تجارت کی زبان استعمال کی جائے تو مارکیٹ میں کامیابی کے لیے مال کا اچھا ہونا ہی کافی نہیں، برانڈ، پیکنگ، مارکیٹنگ اور تشہیر و ابلاغ سب اہم ہیں اور کسی ایک کا غیر معیاری ہونا یا اس میں کوئی کسر رہ جانا باقی سب کو متاثر کرتا ہے۔

ضروری ہے کہ ہمارے کارکن اور قائدین سب ان تمام امور کا خیال رکھیں۔ اسلام نے جو تعلیم ہمیں دی ہے، اس میں اللہ سے وفاداری کے ساتھ انسانوں کے ساتھ انصاف اور مجبوروں اور کمزوروں کا ہم دم اور ہم ساز بننا مطلوب ہے۔ ایک مسلمان کی بنیادی حیثیت اللہ کے خلیفہ اور اسلام کے داعی کی ہے۔ اور داعی ایک ڈاکٹر کے مانند ہوتا ہے جس کی ساری لڑائی مرض سے ہوتی ہے تاکہ مریض کو بچا سکے۔ ہمارا رویہ اپنے مخالفین کے ساتھ بھی داعیانہ ہونا چاہیے اور ان کو بھی جیتنا ہمارا اصل ہدف ہے۔ اس لیے ہمیں انصاف کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے اور جس کا جو حق ہے، خواہ اس کا تعلق کسی بھی گروہ اور جماعت سے ہو، اسے اس تک پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے۔ حسبہ کی ذمہ داری خود احتسابی اور اجتماعی احتساب دونوں کے بغیر ٹھیک ٹھیک ادا نہیں ہو سکتی۔ ہم نے اس میدان میں قدم رکھ کر بہت بڑی ذمہ داری قبول کر لی ہے۔ اب ہم سب کا امتحان ہے۔

آئیے اللہ پر بھروسہ کر کے، خلوص، محنت اور مسلسل جدوجہد کے ذریعے اس امتحان میں کامیابی کے لیے جدوجہد کریں کہ ہماری اصل منزل تو عوام کی خدمت اور انسانوں کے درمیان انصاف کے قیام کے ذریعے اپنے رب کی رضا کا حصول اور آخرت کی کامیابی ہے۔ اگر ہماری نگاہ اپنی اصل منزل پر ٹھیک ٹھیک جمی رہے تو ان شاء اللہ اس امتحان میں بھی ہم کامیاب ہوں گے۔ و ماتو فیقی الا باللہ۔

نوٹ: حسبہ کے نظری، عملی، تاریخی اور انتظامی پہلوؤں پر درجنوں کتابیں موجود ہیں۔ لیڈن ہالینڈ سے شائع ہونے والی مستشرقین کی انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، پنجاب یونیورسٹی سے شائع ہونے والی اردو دائرہ معارف اسلامیہ اور ترکی سے شائع ہونے والی تازہ ترین انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں اس موضوع پر مبسوط مقالے دیکھے جاسکتے ہیں۔

اس ادارے کی تاریخ اور تصور کی وسعت کو سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ مفید ہوگا۔

۱- احیاء العلوم، غزالی، جلد دوم

۲- الفصل فی الملل، ابن حزم، جلد چہارم

۳- الرسالہ فی الحسبہ، ابن تیمیہ

۴- الحسبہ والمحتسب فی الاسلام از زیادۃ، مطبوعہ مصر، ۱۹۶۳ء

۵- اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار از ڈاکٹر ایم ایس ناز، ادارہ

تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۹۹ء

6. *The Financial and Administration Organization and Development in Othman Egypt, 1517-1798* by Stanford J. Shaw, 1962.

7. *The Social Structure of Islam* by R. Levy, Cambridge, 1957.

8. *The Administration of Justice in Medieval India* by M.B. Ahmad, 1941.

9. *Administration of Justice in Delhi Sultanate* by M.B. Hew.

(ماہنامہ ترجمان القرآن اگست ۲۰۰۵ء)